OPEN ACCESS
RUSHAD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Sciences, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
Jul-Dec-2021
Vol: 1, Issue: 1
Email: journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

قراءاتِ شاذہ کی تدوین وارتقاء

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر تیمی[1]

حافظ انتظار احمد[2]

There are two types of recitations that have been transmitted to the ummah: Mutwatra recitations and Shaza recitations. According to Scholars, those recitations which are considered as standard according to the three rules of proof like authenticity, the adaptation of Ottoman Rasm, and adaptation of Arabic language are given the status of Quran. Rest of the recitations which do not meet the set criteria are declared shaza recitations Especially those recitations which are against the Ottoman Rasm, even if they are proved by authenticity. In the article, shaza recitations have been introduced as opposed to mutwatra recitations. A number of commentators have argued with reference to Qaraat Shaza and many orders have been deduced. Similarly, many jurists have also deduced the rules. The definition and benefits of Shazza Qirat are explained here in this article. A brief review of the efforts and writings of the scholars of the ummah regarding the Shaza recitations, so that their importance in the interpretation of the Qur'an may become clear.

شاذ کی تعریف

شاذ لغت میں شَذَّ یَشِذُّ (ضَرَبَ یَضْرِبُ) اور شَذَّ یَشُذُّ (نَصَرَ یَنْصُرُ)شُذُوْذَاً سے ہے۔ جس کا مفہوم ندرت، قلت استعمال اور جمہور سے ہٹ کر رائے اختیار کرنے کا ہے۔ علماء نحو کے ہاں کوئی مسئلہ جو پورے باب

1 اسسٹنٹ پروفیسر،کامسیٹ یونیورسٹی،لاہور کیمپس،فاضل جامعہ لاہور الاسلامیہ۔
2 پی ایچ ڈی سکالر،شعبہ علوم اسلامیہ و سیرت چیئر،یونیورسٹی آف اوکاڑہ،اوکاڑہ،پاکستان۔

سے الگ اور منفرد ہو،شاذ کہلاتا ہے۔"رجل شاذ"اس آدمی کو کہا جاتا ہے جو اپنے ساتھیوں سے الگ تھلگ ہو جائے۔"کلمہ شاذہ"وہ کلمہ ہوتا ہے جو پورے جملے میں منفرد معلوم ہو۔[1]

علماء قراءات کے ہاں قراءات شاذہ کی مختلف تعریفات ملتی ہیں:

1۔ہر وہ قراءت جس میں قراءت صحیحہ کی شرائط میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو،وہ شاذ کہلاتی ہے(یعنی صحیح السند ہونا،مصاحف عثمانیہ کے موافق ہونا،وجوہ لغت عربیہ میں سے ہونا)

2۔جو قراءت صحیح السند نہ ہو،وہ شاذ کہلاتی ہے۔[2]

3۔ابن جنی(392ھ)کی رائے کے مطابق جو قراءت ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ(324ھ)کی متعین کردہ قراءات سبعہ کے علاوہ ہو،شاذ ہے۔[3]

4۔ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ(833ھ)کے ہاں قراءات شاذہ سے مراد وہ قراءات ہیں جو مصاحف عثمانیہ کو لکھتے وقت نکال دی گئی ہیں۔[4]

ان تمام تعریفات کو سامنے رکھا جائے تو قدر مشترک وہ نکلتی ہے،جو ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے قراءات شاذہ کی تعریف میں متعین کی ہے۔اور وہ ہے"ما خرج عن المصاحف العثمانية"اور یہی تعریف درست ہے۔اس لیے کہ ابن جنی رحمۃ اللہ علیہ(392ھ)نے اپنے شیخ ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ(324ھ)کی کتاب"السبعہ"کو سامنے رکھ کر یہ رائے قائم کی ہے۔درحقیقت یہ تعریف نہیں ہے۔اور دوسری تعریف پہلی میں داخل ہے۔اس لیے کہ تین شرائط قراءات میں سے ایک صحیح سند ہونا بھی ہے،جبکہ پہلی تعریف میں تین ضوابط میں سے کسی کا نہ ہونا،قراءت شاذہ کی علامات میں سے ہے،اس کی تعریف نہیں۔

[1] ابن منظور،محمد بن مكرم،لسان العرب،مادة (ش.ذ.ذ)،(بیروت: دار صادر،س ن)،3: 494۔495۔

[2] الزرقانی،محمد عبدالعظيم،مناهل العرفان في علوم القرآن،(القاهره: داراحياء الكتب العربيه،س ن،1: 423۔

[3] عثمان بن جني أبو الفتح،المحتسبب فى تبيين وجه شواذ القراءات والإيضاح عنها،(بیروت: دار الكتب العلمية،2009ء)،1: 32۔35۔

[4] شمس الدين أبو الخير ابن الجزري،محمد بن محمد بن يوسف،منجد المقرئين و مرشد الطالبين،(بیروت:دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى،1420ھ): 16۔17۔

ابن الجزری ﷫ کی تعریف اصل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لغوی معنیٰ کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے، اور وہ خروج کرنا، الگ ہونا اور منفرد ہونا ہے۔ گویا یہ قراءات بھی مصاحف عثمانیہ سے الگ کر دی گئیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ شذوذ کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ عرضۂ اخیرہ یعنی آخری رمضان المبارک میں حضور ﷺ اور جبرائیل امین کا ایک دوسرے کو قرآن حکیم سنانے سے یا حضرت عثمان کے مختلف مصاحف لکھوانے سے؟ ایک قول یہ ہے کہ شذوذ کی ابتداء عرضۂ اخیرہ سے ہوئی۔ جب نبی اکرم ﷺ حضرت جبریل امین کے ساتھ رمضان المبارک میں قرآن کا دور کرتے تھے اور آخری سال چار قرآن مکمل ہوئے۔ اس بابت حضرت فاطمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

«أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُنِي بِالقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ،وَإِنَّهُ عَارَضَنِي العَامَ مَرَّتَيْنِ،وَلاَ أُرَاهُ إِلَّا حَضَرَ أَجَلِي» [1]

اب جو اس میں پڑھا گیا، اسی کو مصحف صدیقی میں محفوظ کر دیا گیا اور جو نہیں پڑھا گیا وہ شاذ کہلایا۔ متاخرین میں سے ڈاکٹر محمد سالم محیسن مصری نے اس قول کو نہ صرف اختیار کیا ہے، بلکہ اس کے مخالفین پر سخت تنقید کی ہے۔[2]

دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت عثمان نے مسلمانوں کے درمیان اختلافات ختم کرنے کے لیے متعدد مصاحف لکھوائے، تو ان میں ایسا رسم الخط اختیار کیا جو متعدد قراءات صحیحہ پر منطبق ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والوں نے تین ضوابط میں سے ایک مصاحف عثمانیہ کی موافقت کو بھی رکھا اور جو قراءات صحیحہ ایک رسم پر منطبق نہ ہو سکتی تھیں تو بعض مصاحف میں ایک رسم کے ساتھ لکھا اور بعض میں دوسری رسم کے ساتھ۔ لہٰذا اب تمام قراءات صحیحہ مجموعی طور پر ان تمام مصاحف عثمانیہ میں شامل ہو گئیں جن کی تعداد چھ ہے:

1. مصحف مدنی: جس کے قاری حضرت زید بن ثابت (45ھ) تھے۔
2. مصحف بصری: جس کے قاری حضرت عامر بن عبد قیس (55ھ) تھے۔

---

[1] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب کان جبریل یعرض القرآن علی رسول اللہ، (ریاض: دار السلام والنشر والتوزیع، طبع الثالثہ، 2000ء)، رقم: 725-

[2] محمد سالم محیسن، فی رحاب القرآن الکریم، (قاهره: مکتبة الکلیات الازهریة، 1402ھ)، 1: 433-434-

3. مصحف مکی: جس کے قاری حضرت عبداللہ بن السائب المخزومی(70ھ) تھے۔
4. مصحف کوفی: جس کے قاری حضرت عبدالرحمن السلمی رحمۃ اللہ علیہ(74ھ) تھے۔
5. مصحف شامی: جس کے قاری حضرت مغیرہ بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ(91ھ) تھے۔
6. مصحف امام: جس سے خلیفہ وقت حضرت عثمان خود تلاوت کرتے تھے۔

جو قراءات ان مصاحف سے باہر ہیں وہ شاذ کہلائیں۔[1]

دونوں اقوال کا بغور جائزہ لیا جائے تو خلط مبحث معلوم ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ قراءات غیر صحیحہ دو قسم پر ہیں:

1۔ قراءاتِ شاذہ جو مصاحف عثمانیہ میں شامل نہیں کی گئیں اور یہ دراصل تفسیری اقوال تھے۔ اور اس تشذیذ کی وجہ بھی یہی ہے کہ قرآن کے کلمات کی مکمل حفاظت ہو سکے اور اقوال تفسیریہ اس کے ساتھ خلط نہ ہونے پائیں۔ قرآن حکیم عالم گیر ہے اور کلام اللہ ہے۔ جبکہ تفسیر، مفسرین کے دور کے حوالے سے اجتہادی اور راہنمائی دینے کا نام ہے۔

قراءات منسوخہ جو عرب قبائل کی آسانی کے لیے جائز تھیں۔ اب ان کے درست اداء پر قادر ہونے کی وجہ سے اجازت اٹھالی گئی۔ جیسے بنو ھذیل کا حتی حین کو عتی عین پڑھنا[2] اور یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہی ہوا۔ جن حضرات نے قراءات شاذہ اور منسوخہ کے درمیان فرق کا اعتبار نہیں کیا، انہوں نے زمانہ شذوذ عرضۂ اخیرہ کو قرار دیا ہے۔ اور جس نے قراءاتِ شاذہ کو ایک خاص اصطلاح کے تناظر میں دیکھا اور لغوی معنی کے ساتھ مطابقت دی، اس نے زمانہ شذوذ حضرت عثمان کے مصاحف کو قرار دیا اور عرضہ اخیرہ کو قراءات منسوخہ کی پہچان قرار دیا۔ اس معنی میں شذوذ کا آغاز حضرت عثمان کے مصاحف لکھوانے سے ہوا، جبکہ منسوخ عرضہ اخیرہ میں ہوئیں۔ اور اس سے منسوخ و شاذ کا فرق بھی واضح ہو گیا۔ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف سے بھی یہی بات مترشح

---

1 الدينوري،عبد الله بن مسلم بن قتيبة أبو محمد،تاويل مشكل القرآن،(بيروت،لبنان: دار الكتب العلمية،س ن)،38-40-

2 شعبان محمد اسماعيل،القراءات احكامہاو مصدر ہا،سلسلہ دعوۃ الحق: 115؛ 19 مكة المكرمة 1402ھ؛ ڈاکٹر سید رزق الطویل: فی علوم القراءات،(مكة المكرمة:طبع اول 1405ھ):59-60-

ہوتی ہے۔[1] نیز ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قراءاتِ متواترہ اور شاذہ کے درمیان ایک قسم قراءات کی اور بھی ہے، جسے وہ ملحق بالمتواتر کا نام دیتے ہیں۔ اور اس سے مراد وہ قراءات ہیں جو نقل کے اعتبار سے تو مشہور ہیں، لیکن ماہرین فن کے ہاں تلقی بالقبول حاصل ہونے کی وجہ سے وہ متواتر کے درجہ میں پہنچ گئی ہیں۔)[2]

قراءاتِ شاذہ کی تاریخ اور ان کی اقسام

قرآن حکیم کی قراءات صحیحہ (متواترہ و مشہورہ) رسم عثمانی کے ذریعے مصاحف میں محفوظ ہو گئیں۔ البتہ وہ قراءات جو ضابطہ ثبوت قراءات پر پورا نہ اترنے کی بنا پر قرآن کا درجہ حاصل نہ کر سکیں، برابر ہے کہ وہ صحت سند سے ثابت ہوئیں یا نہیں، ان کو الگ سے مدون کرنے کا کام اس لیے کیا گیا کہ ان سے لغوی یا فقہی اور تفسیر یا استنباط وغیرہ کے فوائد حاصل کئے جا سکیں۔ اس بنا پر ہر شعبہ کے ماہرین اہل علم نے اپنے ذوق کے مطابق اپنی کتب میں ان کا اہتمام کیا، چنانچہ سب سے زیادہ اہتمام کے ساتھ تو ماہرین قراءات / مؤلفین نے اپنی کتب قراءات میں کثرت کے ساتھ تمام قراءات متواترہ اور شاذہ وغیرہ کو نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ البتہ دیگر فنون کے ماہرین نے بھی اپنے فن کے اعتبار سے ان قراءات سے بھرپور استفادے کا اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ جن قراءات کا تعلق فقہی مسائل سے تھا، ان کو مفسرین نے آیات احکام کے ذیل میں محفوظ کر دیا۔ ایسے ہی جن قراءات کا تعلق تفسیری استنباط سے ہے ان کو بھی تفاسیر میں جمع کر دیا گیا۔

دوسری صدی میں جب محدثین نے علم الاسناد کا آغاز کیا تو ایسی بہت سی قراءات کو سند کے ساتھ کتبِ حدیث میں بھی جگہ دی۔ یہی صورت نحویوں کی بھی ہے کہ انہوں نے لغوی استنباطات کے ذوق کو مد نظر رکھتے ہوئے قراءاتِ شاذہ کو کتب نحو میں مدون کیا۔ البتہ کچھ ایسے مصنفین بھی گزرے ہیں جنہوں نے قراءات متواترہ کی طرح قراءاتِ شاذہ میں بھی الگ سے مستقل کتب لکھیں۔ پھر قراءاتِ متواترہ کے بے شمار ائمہ میں سے دس ناقلین کی طرح قراءاتِ شاذہ کے متعدد ناقلین میں سے بھی چار ائمہ کی مرویات نے امت میں قبولیت کا مقام حاصل کیا ہے۔ قراءات عشرہ کے ناقلین کی طرح قراءات شاذہ اربعہ کے ناقلین نے بھی اپنی زندگیاں اس فن کی

---

[1] شمس الدين أبو الخير ابن الجزري، منجد المقرئين: 16۔17-

[2] شمس الدين أبو الخير ابن الجزري، منجد المقرئين: 16۔17-

خدمت میں صرف کر دی تھیں اور قراء عشرہ کی طرح ان کے بھی دو، دو راویوں کا تعین کیا گیا۔ واضح رہے کہ ان چار قراء کا انتخاب، ان کے جلالت و منزلت کے پیش نظر کیا ہے، جس کی تفصیل ان کے حالات زندگی میں آرہی ہے۔

مذکورہ حقیقت کو سامنے رکھا جائے تو قراءات متواترہ کی طرح قراءات شاذہ کی بھی دو قسمیں ہو جاتی ہیں:

1۔ قراءاتِ شاذہ منضبطہ: یہ وہ معروف چار قراءات ہیں جن کی مرویات کو گزشتہ چودہ صدیوں میں ہر دور میں بطور تعلیم و تعلم رواج حاصل رہا ہے، لیکن یہ قراءات عشرہ متواترہ کی طرح ضابطہ ثبوت قراءات کے معیار پر پوری نہیں اتر سکیں، البتہ متواتر قراءات کی طرح ہر زمانے میں ان کے تصنیف و تالیف کا اہتمام رہا ہے۔

2۔ قراءاتِ شاذہ غیر منضبطہ: جو کتب قراءات، تفسیر، حدیث اور کتب نحو وغیرہ میں بکھری ہوئی ہیں اور کسی متعلقہ فقہی، تفسیری یا نحوی مسئلہ کے تحت مل سکتی ہیں۔

جہاں تک قراءات شاذہ کی تدوین کا تعلق ہے، تو سب سے پہلے ابن مجاہد ؒ نے اپنی کتاب "السبعہ" میں اس عزم کا اظہار کیا تھا، کہ ایک ایسی تصنیف کی ضرورت ہے جو قراءاتِ شاذہ سے استنباط اور احتجاج کے طریق کو واضح کرے۔[1] گو وہ خود یہ کام نہ کر سکے مگر ان کے شاگرد ابن خالویہ نے قراءاتِ شاذہ کا صرف جمع کی حد تک کام کر کے "مختصر شواذ القراءات" لکھی۔ اس کے بعد ابن جنی ؒ نے پہلے باضابطہ طور پر قراءت شاذہ سے استنباط پر 'المحتسب' لکھی۔[2] گویا قراءاتِ شاذہ پر مستقل تصنیف کا آغاز ابن خالویہ ؒ نے کیا ہے اور ابن جنی نے ان سے استنباطات لغویہ کو واضح کیا ہے۔

علامہ سیوطی ؒ فرماتے ہیں: "اسرار التنزیل" میں ان قراءات کا اہتمام کیا گیا ہے، جو قراءات متواترہ و مشہورہ سے زائد تھیں۔[3] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علامہ سیوطی ؒ کی اس نام سے قراءات شاذہ پر مستقل تصنیف ہے۔ لیکن حسب استطاعت تلاش کے باجود اس تصنیف کا سراغ نہیں مل سکا۔

---

1 أبي الفتح ابن جني، مقدمة المحتسب، مجمع دمشق، 1968ء، 1: 32۔

2 ایضا

3 السیوطی، عبد الرحمن بن أبي بكر، الإتقان في علوم القرآن، (الرياض: مكتبة المعارف، سعودی عرب، 1996ء)، 1: 82۔

واضح رہے کہ قراء حضرات کے ہاں مروج چار قراءات شاذہ قراءات کے معروف مصادر میں ملے جلے انداز میں نقل ہوتی آئی ہیں۔ چنانچہ النشر الکبیر کے 58 مصادر میں متواتر قراءات کے علاوہ بے شمار قراءات شاذہ کی مرویات بھی بکثرت مل جاتی ہیں، البتہ ابن جزری نے جہاں موجودہ قراءات متواترہ کو ضابطہ ثبوت قراءات پر چھانٹ کر النشر الکبیر کے نام سے زبردست کام کیا ہے وہیں انہوں نے موجودہ قراءات شاذہ کو بھی الگ کرکے النہایہ کے نام سے مستقل تصنیف کی ہے۔ اسی زمانے میں علامہ قباقبی و دیگر ائمہ مصنفین نے بھی مروجہ قراءات شاذہ پر الگ سے تصانیف لکھی ہیں جو متداول و مطبوع ہیں۔ متأخرین میں قراءات اربعہ شاذہ کی سب سے بنیادی اور عمدہ کتاب امام احمد بن محمد بن عبد الغنی دمیاطی مصری (1117ھ) نے "اتحاف فضلاء البشر في القراءات الأربع عشر" نام سے لکھی، جس میں انہوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جو قراءات امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "حرز الأماني في القراءات السبع" اور ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الدرة المضيئه في القراءات الثلاث" میں متفرق تھیں، ان کو میں نے اپنی کتاب میں جمع کر دیا۔ اس طرح یہ دس قراءات ہوئیں، پھر قراء عشرہ کے علاوہ میں نے قراءات شاذہ کے چار ائمہ قراء کا اضافہ کیا، جن کی قراءات بالاتفاق صحت سند سے ثابت ہیں لیکن ثبوت قراءات کے بعض معیارات کی تشنگی کی وجہ سے انہیں امت کے ہاں قرآنیت کا درجہ حاصل نہیں ہو سکا۔[1]

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ مروجہ قراءات، جن کی دنیا میں اس وقت مختلف اداروں میں درس و تدریس جاری ہے، ان کی تین بڑی قسمیں ہیں:

1۔ قراءات سبعہ متواترہ، جن کے تواتر و قرآنیت پر گذشتہ تمام صدیوں میں ہمیشہ اتفاق رہا ہے۔

2۔ قراءات ثلاثہ متواترہ، جن کے تواتر اور قرآنیت پر شروع میں اکثر اہل علم کو اطمینان رہا، تاآنکہ بعد ازاں انہیں بھی قراءات سبعہ کی طرح اتفاقی قبولیت کا درجہ حاصل ہو گیا۔

3۔ قراءات شاذہ اربعہ، جنہیں دیگر قراءات شاذہ میں سے بوجوہ امتیاز حاصل ہوا۔

وہ ائمہ جن کی طرف ان چار شاذہ قراءات کی نسبت ہے، یہ ہیں:

1۔ ابن محیصن: محمد بن عبد الرحمن بن محیصن مکی (...۔123ھ)

---

[1] صبري الأشوح، اعجاز القراءات القرآنيه، دراسة في تاريخ القراءات و اتجاهات القراء، (بيروت: مكتبة وهبة، 1419ھ): 141۔ 157۔

حضرت مجاہد بن جبر، درباس مولیٰ ابن عباس، سعید بن جبیر کے شاگرد خاص، شبلی بن عباد، ابو عمرو بن العلاء البصری، القمری کے شیخ، تبع تابعین میں سے ہیں۔ بہت بڑے مفسر اور قاری ہیں، لیکن قراءت کا انتخاب نقل متواتر کی بجائے عربی قواعد کی روشنی میں کرتے تھے۔ اس لیے ان سے مروی بعض وجوہ رسم عثمانی کے بھی خلاف ہیں۔ ان کی قراءات کے بڑے مصادر 'کتاب المبہج' اور 'کتاب مفردۃ ابن محیصن' وغیرہ ہیں۔[1]

2۔ یحیٰ الیزیدی: ابو محمد یحیٰ بن مبارک بن مغیرہ البصری (138ھ-202ھ)

یزیدی کی نسبت اس لیے مشہور ہوئی کہ یزید بن منصور کی صحبت میں اکثر رہتے تھے۔ ابو عمرو بن العلاء بصری کے خصوصی شاگرد اور جانشین ہیں، انہی کے واسطے سے ابو عمرو بصری کے دو راوی ابو عمر دوری اور ابو شعیب سوسی مشہور ہیں۔ ان کی کتب میں ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ چند ایک ذکر کی ہیں اور وہ یہ ہیں:

1۔ کتاب النوادر 2۔ کتاب المقصود 3۔ کتاب فی النحو

لیکن یہ کتب اس وقت مفقود ہیں۔[2]

3۔ حسن بصری (21ھ-110)

حسن بن یسار، ابو سعید البصری بلند پایہ تابعین میں سے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت زید بن ثابت کے بلاواسطہ اور حضرت ابی بن کعب کے بالواسطہ شاگرد اور فیض یافتہ ہیں۔ محدثین کے ہاں بہت اونچا مقام ہے۔ فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل تھے۔ یہاں تک کہ امام شافعی[3] فرماتے ہیں کہ اگر میں کہوں کہ قرآن، حسن بصری کی لغت میں نازل ہوا ہے تو ان کی قوت فصاحت کی وجہ سے درست ہو گا۔ معتزلہ[4] کے متنازع نظریات کے

---

1 احمد العلاونه، الإعلام قاموس تراجم لأشهر الرجال والنساء من العرب والمستعربين والمستشرقين ، (جده: دار المنارة للنشر والتوزيع، 2011ء)، 6: 189۔

2 الذهبي؛ محمد بن أحمد بن عثمان، شمس الدين، معرفة القراء الكبار على الطبقات والاعصار، (استانبول: مركز البحوث الإسلامية، 1416ھ)، 1: 94۔

3 محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع، مکہ کے رہنے والے، ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ فقہ شافعی کی نسبت انہی کی طرف ہے۔ مصر میں 204ھ کو فوت ہوئے۔

4 معتزلہ، عقل کو نقل پر مطلقا ترجیح میں غالی ایک اسلامی فرقہ، جس کا آغاز واصل بن عطاء، تلمیذ حسن بصری سے ہوا، ان کے نظریات کی اساس پانچ چیزیں ہیں، توحید، عدل، وعد و عید، امر بالمعروف، منزلہ بین المنزلتین۔ ابو الحسن علی بن اسماعیل (330ھ)۔ مقالات الاسلامين واختلاف المصلين، (مكتبة النهضة، القاهره، 1969ء)، 1: 235۔

خلاف سب سے پہلے آواز اٹھائی۔ حضرت عمر کے دور خلافت میں پیدا ہوئے اور 110ھ میں وفات پائی۔[1]

4۔ اعمش: سلیمان بن مہران اعمش ابو محمد کوفی (21ھ۔148ھ)

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ[2] زر بن حبیش، عاصم بن ابی النجود، مجاہد بن جبر کے شاگرد خاص ہیں۔ امام ابو حنیفہ، امام حمزہ، طلحہ بن مصرف، محمد بن میمون رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کے استاذ ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے راویوں میں سے ہیں۔ ابن عامر شامی کے شاگرد ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ کوفہ میں اپنے وقت کے اندر اعمش سے بڑا امام میں نے نہیں دیکھا۔ انتہائی جامع الکلام اور ظریف الطبع تھے۔

قراءاتِ شاذہ پر مشتمل اہم مصادر علوم القرآن

اوپر گزر چکا ہے کہ متواترہ قراءات کی طرح شاذہ قراءات کے نقل و جمع کا بھی سب سے زیادہ اہتمام ائمہ اہل فن نے کیا ہے۔ متقدمین مؤلفین کی کتب میں بے شمار متواترہ اور شاذہ قراءات بکھری نظر آتی ہیں۔ خصوصاً النشر الکبیر کے 58 مصادر میں انہیں عام تلاش کیا جا سکتا ہے۔ کتب قراءات کے علاوہ تفسیر، حدیث اور لغت و قواعد وغیرہ کے ذیل میں بھی ان قراءات کا بکثرت تذکرہ ملتا ہے۔ اس ضمن میں مصادر علوم القرآن میں یہ کتب اہم ہیں:

1۔ تاویل مشكل القرآن لابن قتيبه (274ھ)

اس کتاب کے مصنف ابن قتیبہ، عبد اللہ بن مسلم، ابو محمد ہیں۔ اس کتاب کی تحریر کا بنیادی مقصد قراءات کے منکرین پر رد کرنا ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ قراءات لغت عربیہ کے دائرے سے باہر نہیں ہیں۔

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد دفاع کرنا ہے۔ کئی ایک قراءات شاذہ کا استشہاد کے طور پر انہوں نے حوالہ دیا ہے اور اس ضمن میں مستقل باب کا عنوان بھی قائم کیا ہے۔

"الحكاية عن الطاعنين باب الرد عليهم في وجوه القراءات."[3]

---

1 احمد العلاونه، الاعلام قاموس تراجم لاشهر الرجال والنساء من العرب والمستعربين ...، 2: 226

2 ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود ابو عمران، النخعی، کوفی، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ، علقمہ بن قیس کے شاگرد خاص، مشہور عابد زاہد، باختلاف روایات 95 یا 96ھ میں فوت ہوئے۔ [غاية النهاية في طبقات القراء: 1: 29۔30]

3 ایضاً: 33۔

2-فضائل القرآن وماجاء فيه من الفضل وفي كم يقرء والسنة فی ذلك

اس کتاب کے مؤلف ابو بکر فریابی[1] ہیں۔ کتاب کے مؤلف کا بنیادی مقصد قراءات کی اسناد کا ذکر کرنا معلوم ہوتا ہے، گو مخارج و صفات، وقف و ابتداء پر بحث کی ہے۔ پھر ہر قراءت پر اس کے صحیح یا شاذ ہونے کا حکم لگایا ہے۔ لیکن تمام قراءات کا اس میں استیعاب نہیں ہے۔ چند ایک قراءات شاذہ اس میں مل جاتی ہیں۔

3-كتاب المصاحف

عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے۔ صحابہ کرام، تابعین کے دور میں جو مصاحف موجود تھے، ان پر تفصیلی بحث کی ہے اور نمونہ کے طور پر قراءات شاذہ ذکر کی ہیں۔ مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا بنیادی موضوع مصاحف کے متعلق معلومات جمع کرنا ہے۔ اس میں قراءات کے صحیح و شاذ ہونے کا فرق واضح نہیں کیا، بلکہ سند کا التزام کر کے بری الذمہ ہو گئے۔

قراءات شاذہ پر مشتمل اہم مصادر تفسیر

علم قراءات کا تفسیر قرآن حکیم میں بڑا دخل ہے۔ دوسری صدی میں جتنی تفاسیر مدون ہوئیں، ان سب کے مصنفین نے قراءات کو اپنی تفسیر کا اہم حصہ بنایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کئی ایک جگہ قراءت کے اختلاف کی بنیاد پر ایک حکم کو دوسرے پر ترجیح دی گئی۔ اور بسا اوقات مختلف قراءات کی اساس پر متعدد مسائل مستنبط کئے۔ اس لیے اس فن کا وافر حصہ تفاسیر میں موجود ہے۔[2] یہاں اسی نوعیت کی تفاسیر کا ذکر مقصود ہے۔

1۔ تفسیر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (161ھ)

حضرت سفیان ثوری کے تفسیری اقوال میں قراءات کا بکثرت ذکر ہے۔[3] اس تفسیر کی خصوصیات یہ ہیں:

1۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ چونکہ کوفی ہیں اس لیے قراءات ابن مسعود کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں، اور ہر

---

1 جعفر بن محمد ابو بکر فریابی، ترکی الاصل ہیں۔ فریاب بلخ کے مضافات میں دیہات کا نام ہے، وہاں کے رہنے والے تھے، 301ھ میں فوت ہوئے۔ [الاعلام، 2: 127]

2 الجبوری، ابی الیقظان، عطیه، التفسير و رجاله، (بیروت: دار الندوه جديده، 1406ھ): 23-25۔

3 عبد الله علي راجي الميموني المطيري، القراءات و أثرها فی التفسير والاحكام، (بیروت: الفرع الكادمی، س ن)، 1: 23۔

قراءت کے ساتھ نام کی تصریح کرتے ہیں۔[1]

2۔ کبھی کبھی ابن عباس اور ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی قراءات لیتے ہیں لیکن بہت کم۔[2]

3۔ متعدد قراءات ذکر کرنے کے بعد عموماً ایک کی تفسیر دوسری قراءت سے کرتے ہیں۔[3]

2۔ معانی القرآن، ابوزکریا یحیٰ بن زیادہ الفراء: (207ھ)

یہ کتاب یحیٰ بن زیادہ بن عبداللہ بن منصور اسلمی نحوی، کوفی، فراء کے لقب سے مشہور امام نحو کی تالیف ہے۔

1۔ مصنف نے اس کتاب میں متعدد قراءات کی توجیہ کی ہے۔ ان کا مسلک یہ ہے کہ قرآن حکیم کسی قاعدہ نحویہ اور کسی عربی شعر کا پابند نہیں۔

2۔ مصنف عموماً بغیر قاری کے نام لیے قراءات ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً: بعض نے اس طرح پڑھا۔[4] یا کہتے ہیں: قراء نے اس پر اجماع کیا ہے۔[5]

کبھی کہتے ہیں: بعض اہل مدینہ نے اس طرح پڑھا ہے۔[6]

3۔ کبھی قاری کے نام کی تصریح بھی کرتے ہیں۔ جیسے قراءۃ ابن مسعود۔[7] قراءۃ ابی بن کعب۔[8] وغیرہ۔

4۔ مصنف عام طور پر نحوی اور تفسیری توجیہ بھی کرتے ہیں۔[9]

3۔ معانی القرآن، سعید بن مسعدہ البلخی (اخفش)

ابوالحسن المجاشعی، بلخی، اخفش لقب سے مشہور، لغت عرب اور نحو کے بہت بڑے امام کی تالیف ہے۔

---

1 امتیاز عرشی، تفسیر الثوری، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1403ھ)، 44۔45، 47۔64

2 ایضاً: 53۔56

3 تفسیر الثوری تحقیق امتیاز عرشی: 1888

4 حافظ صلاح الدین یوسف، معانی القرآن، (لاہور: دار السلام، س ن)، 1: 19۔83۔

5 ایضاً، 1: 28، 19، 14

6 ایضاً، 1: 75

7 ایضاً، 1: 43، 31

8 ایضاً، 1: 73، 43

9 ایضاً، 1: 14، 13، 11، 5، 3

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ

1۔اخفش وجوہ اعراب اور وجوہِ لغت کو قراءات کی اساس پر ثابت کرتے ہیں۔

2۔اخفش قراءات کا اختیار درج ذیل وجوہ کی بنیاد پر کرتے ہیں:

الف۔رسم مصحف عثمانی ب۔قرآن حکیم کی متعدد لغات ج۔کلام عرب کے اسالیب

3۔ہر قراءت مذکورہ کی لغوی توجیہ کرتے ہیں۔[1]

4۔جامع البیان عن تاویل آی القرآن

مؤلف:ابو جعفر محمد ابن جریر طبری ؒ مطبوع اور متداول ہے۔

قراءات کے نقطہ نظر سے اس تفسیر کا مطالعہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

1۔ابن جریر طبری قراءات کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں،ان کی نحوی،لغوی توجیہات کرتے ہیں،بعض قراءات سے تفسیر آیات بھی کرتے ہیں۔

2۔آیات کے مفاہیم کے تعین میں قراءات کا کیا کردار ہے،اس کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

3۔ابن جریر طبری ؒ پر اس ضمن میں چند اعتراضات بھی کئے گئے ہیں۔

پہلا اعتراض:بعض قراءات کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔[2]

دوسرا اعتراض:بعض قراءات صحیحہ کا انکار کرتے ہیں۔[3]

ابن الجزری ؒ نے "النشر" میں[4] ڈاکٹر لبیب السعید نے "دفاع عن القراءات المتواترة فی مواجهة الطبری المفسر"(ص22۔24)میں اور محمد عارف عثمان موسیٰ نے اپنی کتاب"القراءات المتواترة التی أنکرها ابن جریر الطبری فی تفسیره"میں یہ اعتراض نقل کیا ہیں اور قراءات متواترہ کے حق میں دلائل دیئے ہیں۔

---

1 حافظ صلاح الدین یوسف،معانی القرآن،مقدمه المحقق،1: 65۔82۔

2 طبری،محمد بن جریر،جامع البیان عن تاویل آی القرآن،(بیروت: دار المعرفه،س ن)،6: 128۔

3 ایضاً،5: 32۔33۔

4 محمد بن محمد الدمشقي ابن الجزري أبو محمد،النشر فی القراءات العشر،(بروت:المطبعة التجارية الکبری،س ن)،2: 264۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے اپنے شیخ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ابن عامر شامی رحمۃ اللہ علیہ کی قراءات پر ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے جو اعتراضات ہیں، ان سے بچنا۔[1] اس لیے کہ قراءات کا تعلق سماع سے ہے، ان کو نحوی قواعد کے تابع نہیں کیا جاسکتا۔

5۔معانی القرآن واعراب

مؤلف: ابو سحاق ابراہیم بن السری الزجاج ہیں۔ صاحب کتاب نے مختلف قراءات کا ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم کی تفسیر میں ان کے اثرات پر روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کے عمومی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے:

1۔ مؤلف قراءت کے ذکر کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔

2۔ قراءات کا ذکر بغیر سند کرتے ہیں۔ صرف قاری کا نام لیتے ہیں اور بس۔

3۔ قراءت کے بارے میں اجتہاد اور رائے کی سختی سے مخالف ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں: کہ قرآت کو اس وقت تک پڑھنا جائز نہیں جب تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین سے مروی نہ ہو۔

قراءت کے اختلاف کے ساتھ اس پر مرتب ہونے والے اختلاف معنیٰ ذکر کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔[2]

6۔معانی القرآن الکریم

مؤلف: ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل بن یونس المرادی معروف بہ "نحاس" (338ھ) ہیں۔ درحقیقت یہ کتاب قرآن حکیم کی تفسیر ہے، جس میں متعدد قراءات کا ذکر ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے:

1۔ تفسیر قرآن میں مصنف، صحابہ کرام اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی مرویات بکثرت نقل کرتے ہیں۔

2۔ قراءاتِ سبعہ اور ثلاثہ پر انحصار نہیں، بلکہ ہر وہ قراءت لے آتے ہیں جو رسم عثمانی کے موافق یا مخالف ہو۔

---

[1] علی بن محمد سخاوی، جمال القراء و کمال الاقراء (تحقیق: ڈاکٹر عبدالکریم زبیدی)، (بیروت: مؤسسة الكتب الثقافية، 1999ء)، 2: 197۔

[2] الزجاج، إبراهيم بن السري أبو إسحاق، معانی القرآن واعرابه، (بیروت: دار الثقافه، 1408ھ)، 1: 45، 1، 1، 51، 1، 482 : 87۔

3۔ قراءات کے مفاہیم اور آیت کی تفسیر پر اس کے اثرات بھی ذکر کرتے ہیں۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ مفسرین اور علوم القرآن پر کام کرنے والوں نے اپنی کتب میں قراءات کا از حد اہتمام کیا ہے۔ اور تابعین، تبع تابعین کے دور تک ان قراءت کی توجیہات بھی بیان کرتے چلے آئے ہیں۔

قراءاتِ شاذہ پر مشتمل اہم مصادر حدیث

کتب حدیث عموما اور صحاح ستہ میں خصوصا قراءت کے متعلق محدثین نے مستقل باب قائم کئے ہیں۔ جن میں قراءت شاذہ کی خاصی تعداد موجود ہے۔ محدثین کے ہاں بنیادی اہمیت سند حدیث کی ہے۔ اس لیے سند کو مد نظر رکھتے ہوئے بغیر شاذ کا حکم لگائے قراءت ذکر کی گئی ہیں۔ اور ماہرین فن نے قراءات صحیحہ کے ضوابط ثلاثہ کی روشنی میں ان پر شاذ کا حکم لگایا۔ حدیث کی چند مشہور کتابیں جن میں قراءاتِ شاذہ نقل کی گئی ہیں، یہ ہیں۔

1۔ مسند احمد

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ[2] نے اپنی مسند میں قرآن حکیم کے فضائل قراءات اور اسباب النزول، نیز ناسخ ومنسوخ پر مستقل ابواب ترتیب دیئے ہیں۔ احمد عبدالرحمن البناء الفتح الربانی لترتیب مسند احمد بن حنبل الشیبانی کی جلد 18 انہی ابواب پر مشتمل ہے، جن میں صرف جمع قرآن، ابواب قراءات اور اختلاف قراءات کے جواز وغیرہ پر تقریبا 126 احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر اسماء بنت یزید فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کو یہ آیت اس طرح پڑھتے سنا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَّلَا يُبَالِي﴾[3]

یہ قراءتِ شاذ ہے۔ "ولا يبالي" رسم عثمانی میں نہیں ہے۔[4] عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے یہ

---

1 حافظ صلاح الدين يوسف، معانى القرآن الكريم، 1: 369۔ 3 1، 71: 487۔

2 امام احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال الشیبانی ابو عبد اللہ بہت بڑے محدث، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، فقہائے اربعہ میں سے ایک، مسئلہ خلق قرآن میں اہل سنت کے ترجمان، 241ھ میں فوت ہوئے۔ [غاية النهاية، 1: 112]

3 سورة الزمر، 39: 53۔

4 الشيخ عبد القادر الجيلاني، الفتح الربانى، (إدارة الشؤون العربية، مكتبة المدينة، س ن)، 18: 43۔45۔

آیت اس طرح پڑھی: ﴿أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾[1] یہ قراءتِ شاذہ ہے، اس لیے کہ رسمِ عثمانی کے خلاف ہے۔[2]

2۔ صحیح بخاری و مسلم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیحین میں کتاب التفسیر اور کتاب فضائل القرآن میں متعدد قراءاتِ متواترہ اور شاذہ ذکر کی ہیں۔ مثلاً:

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد، حضرت ابودرداء کے پاس آئے، انھوں نے پوچھا تم میں سے کون عبداللہ کی قراءت میں پڑھتا ہے، تو انہوں نے کہا ہم سب پڑھتے ہیں۔ پھر پوچھا: تم میں سے زیادہ حافظ کون ہے؟ انہوں نے کہا: علقمہ بن قیس۔ پھر پوچھا کہ عبداللہ بن مسعود ﴿وَ الَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَ النَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى﴾ کو کیسے پڑھتے تھے؟، علقمہ نے جواب میں کہا: ﴿وَ الَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَ النَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَ الْأُنْثٰى﴾ تو حضرت ابودرداء نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی پڑھا تھا[3]۔ یہ روایت سند کے اعتبار سے درست ہے، مگر مصاحف عثمانیہ کی مخالفت کی وجہ سے شاذ قرار دی گئی ہے۔

3۔ سنن ابوداؤد

امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن ابی داؤد میں ایک باب قائم کیا، جس کا عنوان ہے: کتاب الحروف والقراءات۔ (ابوداؤد (275ھ)[4] اس میں قراءات شاذہ کا ذکر ہے۔ مثلاً:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مجھے اس طرح پڑھائی: ﴿إني أنا الرزاق ذو القوة المتين﴾[5]، جبکہ مصاحف عثمانیہ کے مطابق ﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ﴾ ہے۔

---

1 سورۃ الطلاق، 65: 1۔

2 الفتح الربانی، 9: 30۔103۔

3 صحیح البخاری، کتاب التفسیر سورۃ والیل إذا یغشی باب "وما خلق الذکر والأنثی"، رقم 4563؛ صحیح مسلم، (ریاض، السعودیہ: دار السلام والنشر والتوزیع، طبع الثالثہ، 2000ء)، رقم 1364۔

4 ابو داؤد سلیمان ابن اشعث الازدی السجستانی، السنن، کتاب الحروف والقراءت، (ریاض: دار السلام والنشر والتوزیع، طبع الثالثہ، 2000ء)، رقم: 3479۔

5 سورۃ الذاریات، 51: 58۔

ان مثالوں سے واضح ہوا کہ محدثین نے سند کی بنیاد پر کچھ قراءات ذکر کی ہیں، مگر ثبوت قراءا کے ضوابط ثلاثہ کی روشنی میں خصوصاً مصاحف عثمانیہ کی موافقت نہ ہونے کی وجہ سے شاذ کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس طرح یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ محدثین نے قراءات کی توجیہات کا اہتمام نہیں کیا، اس لیے کہ یہ ان کا شعبہ نہ تھا۔

قراءاتِ شاذہ پر مشتمل اہم کتب نحو

ویسے تو عام نحویین نے اپنی اپنی کتب میں ایک حصہ قراءات کا ذکر کیا ہے، لیکن مشہور ترین دو حضرات کا تعین کیا جاتا ہے، ایک بصرہ سے اور دوسرے کوفہ سے۔ ان میں سے ایک سیبویہ (ت180ھ) ہیں۔

1۔ "الکتاب"

سیبویہ کی تصنیف ہے، جس میں انہوں نے متعدد شواہد مختلف قراءات سے ذکر کئے ہیں اور یہ "الکتاب" کے محقق عبدالسلام ہارون کی تحقیق کے مطابق ہے۔[1] مثلاً حروف جازمہ خمسہ پر بحث کرتے ہوئے، ان جازمہ کو فعل کے ساتھ تشبیہ دے کر قابل عمل سمجھتے ہیں اور استشہاد میں ﴿وَإِنْ كُلًّا لَمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ﴾[2] پیش کرتے ہیں، جس کو قراءات سبعہ میں سے نافع، شعبہ، مکی نے تخفیف سے پڑھتے ہوئے 'کلا' کو منصوب پڑھا ہے۔[3]

اس "ان" مخففہ کو سیبویہ نے فعل کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے عامل مانا ہے۔[4] اسی طرح کا استدلال باب الفاء میں (فلا تكفر، فيتعلمون)[5] سے بھی کیا ہے۔[6]

گو اس میں بعض قراءات ذکر کرنے کے بعد سیبویہ نے ان کو لغت عربی کی روشنی میں تنقید کا نشانہ بھی بنایا ہے مثلاً "ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اہل حجاز کا ایک طبقہ "نبی" اور "بریئۃ" میں تحقیق ہمزہ سے پڑھتے ہیں، بجائے ابدال

---

1 عبدالسلام ہارون، مقدمه تحقيق " الكتاب "، 1: 33؛ محمد عبدالخالق عضيمه، دارسات الاسلوب القرآن الكريم: 1: 7، 6۔

2 سورة هود، 11: 111۔

3 ابی القاسم، علی بن عثمان بن محمد، سراج القارى المبتدى و تذكار القارى المنتهى، (بيروت: دار الكتب العلميه، س ن): 252۔

4 ابی بشر، عمرو بن عثمان، بن قنبر، الكتاب، (قاہرہ: مكتبه الخانجى، 1375ھ)، 1: 283۔

5 سورة البقرة، 2: 102۔

6 ابی بشر، عمرو بن عثمان، بن قنبر، الكتاب، 1: 423۔

کے اور یہ قلیل الاستعمال ہے، اور مردود ہے۔[1]

علامہ رضی (رضی، محمد بن حسن، نجم الدین، استر اباذی (طبرستان کا مضافات) 686ھ میں فوت ہوئے۔ مشہور نحوی اور کافیہ ابن حاجب کے شارح ہیں۔[2] نے سیبویہ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ قراءت متواتر نہیں ہے، اور یہ اجتہادی مسئلہ ہے، ورنہ وہ کبھی قراءات کو مردود نہ کہتے۔[3]

2۔المقتضب للمبرد

محمد بن یزید بن عبد الاکبر الثمالی، الازدی، ابو العباس، مبرد کی تصنیف ہے، بغداد میں عربی ادب کے بہت بڑے امام ہوئے ہیں۔ 275ھ میں فوت ہوئے۔ اس کتاب میں تقریباً پانچ سو سے زائد شواہد قرآنیہ ہیں۔[4]

کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف:

1۔متعدد قراءات ذکر کرنے کے بعد ان کی توجیہات کرتے ہیں۔

2۔توجیہات نحویہ کی روشنی میں بعض قراءات پر اعتراض کرتے ہیں: مثلا

الف۔ ﴿وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ﴾[5] میں امام حمزہ اور کسائی اضافت سے پڑھتے ہیں۔[6] مبرد کہتے ہیں کہ عدد کی اضافت معدود کی طرف سوائے وزن شعری کے جائز نہیں۔ لہٰذا یہ قراءت غلط ہے۔[7]

---

[1] ابی بشر، عمرو بن عثمان، بن قنبر، الکتاب، 3: 555۔

[2] الاعلام، 6: 86۔

[3] سلطان محمد بن حسن استرآبادي، شرح شافيه ابن حاجب تحقيق محمد نور الحسن، (بيروت: دار الكتب العلميه، 1402ھ)، 3، 35۔

[4] محمد بن يزيد المبرد، مقدمه تحقيق: المقتضب تحقيق: محمد عبدالخالق عضيمه، (بيروت: عالم الكتب، س ن)، 1، 116۔

[5] سورة الكهف، 17: 25۔

[6] عثمان بن سعيد الداني أبو عمرو الأندلسي، التيسير فى القراءات السبع، (بيروت: دار الكتاب العربي، 1404ھ): 143۔

[7] محمد بن يزيد المبرد، المقتضب، 2: 141۔

ب۔ اسی طرح ﴿ثُمَّ الْیَقْطَعْ فَلْیَنْظُرْ﴾[1] کے دونوں فعلوں کے لام امر کو یعقوب خضرمی،عاصم،ابن کثیر،حمزہ،کسائی نے ساکن پڑھا ہے۔[2]

مبرد کہتے ہیں "فلینظر" پر سکون جائز ہے۔ جبکہ "لیقطع" میں لام کا سکون درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ "ثم" کے بعد دوسرے کلمے میں آیا ہے۔[3]

یہ چند کتابیں ہیں جن کا تعلق مختلف علوم وفنون سے ہے۔ انہوں نے اپنے استنباطات کے پیش نظر قراءت متواترہ اور شاذہ کا ذکر کیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ساری قراءت غیر منضبط کہلاتی ہیں۔

قراءاتِ شاذہ کا حکم اور ان کے فوائد

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے آپ کو مبینِ قرآن کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ﴾[4]

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾[5]

نبی اکرم ﷺ نے قرآنی علوم سے استنباط کرکے عملی قوانین دئے۔[6]

اس بیان کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ اس کی تطبیق اور نفاذ کی حکمت عملی بھی دی جائے۔

آپ ﷺ کے بعد جن صحابہ کرام نے کئی ایک مواقع پر مختلف احکام مستنبط کئے۔ ان میں خلفائے اربعہ،حضرت عائشہ،ابن عمر،ابن عباس اور ابن مسعود کے اسماء گرامی انتہائی نمایاں ہیں۔

ان کبار صحابہ کے بعد جب تابعین کا دور آیا تو ہر شہر اور اس کے عرف کے مطابق تابعین نے اجتہاد

---

1 سورة الحج،22: 15۔

2 احمد مطلوب،التیسر،(حزیران: مطبعه المعارف،1963ء): 156۔

3 محمد بن یزید المبرد،المقتضب،2: 134۔

4 سورة النساء،4: 105۔

5 سورة النحل،16: 44۔

6 سندھی عبید اللہ،شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ،(لاہور،سندھ ساگر اکادمی،1964ء):99۔180۔

کئے۔ چنانچہ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ[1]، عامر شعبی[2]، طاؤس بن کیسان[3]، سالم بن عبد اللہ بن عمر[4]، عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ[5]، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، حسن بصری، مکحول رحمۃ اللہ علیہ[6] مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ شام اور یمن میں مشہور ہوئے۔[7]

چونکہ قرآن حکیم راہنمائی کے تقاضے پوری کرنے والی اساسی کتاب ہے۔ اس کی سب سے اعلیٰ درجے کی تفسیر وہ ہے جو خود قرآن حکیم بیان کرتا ہے۔ مثلاً ﴿اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾[8] کی تفسیر قرآن حکیم نے ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾[9] سے کی ہے۔ اور ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ کی تفسیر اصول عشرہ سے کی ہے۔[10] جو درج ذیل ہے:

1۔ شرک نہ کرنا۔ 2۔ والدین کے حقوق ادا کرنا۔

3۔ بھوک کے ڈر کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔ 4۔ بے حیائی سے نفرت کرنا۔

---

1 سعید بن المسیب بن حزن المخزومی، ابو محمد، بلند درجے کے تابعین میں سے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عمر بن خطاب، حضرت ابوہریرہ، حضرت عثمان، جیسے اکابر صحابہ کرام کے شاگرد ہیں۔ 94ھ میں فوت ہوئے۔ [غاية النهاية: 1: 308]

2 عامر بن شراحیل بن عبد، الشعبی، ابو عمر کوفی، ابو عبد الرحمن سلمی، علقمہ بن قیس کے شاگرد، 105ھ میں فوت ہوئے۔ [غاية النهاية، 1: 350]

3 طاؤس بن کیسان، خولانی، ہمدانی، ابو عبد الرحمن، مشہور تابعی، حضرت ابن عباس کے خصوصی شاگرد 106ھ میں فوت ہوئے۔ [تہذیب التهذيب: 5، 8۔9]

4 سالم بن عبد اللہ بن عمر مشہور تابعین اور فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ صحیح روایت کے مطابق 108ھ میں فوت ہوئے۔ [غاية النهاية، 1: 301]

5 عطاء بن ابی رباح جلیل القدر مفسر، فقیہ حضرت ابن عباس اور ابو ہریرہ کے شاگرد، 140ھ میں فوت ہوئے۔ [الاعلام، 5: 29]

6 مکحول، ابو عبد اللہ، اہل شام کے بڑے فقیہ، مفتی، مرسل روایت کرنے میں مشہور ہیں، 160ھ میں فوت ہوئے۔ [سیر اعلام النبلاء، 6: 5۔8]۔

7 حجة الله البالغة، احمد شاه ولى الله الدهلوى، (بيروت: الطباعة المنيرية، س ن)، 1: 140۔144۔

8 سورة الدخان، 44: 3۔

9 سورة القدر، 97: 1۔

10 آلوسى، ابو الفضل، شہاب الدين بغدادى، علامه، روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم والسبع المثانى، (بيروت: دارالطباعة المنيرية، 1977ء)، 6: 73۔

5۔انسانی جان کو ناحق قتل نہ کرنا۔ 6۔یتیم کے مال کی حفاظت کرنا۔

7۔ناپ میں کمی نہ کرنا۔ 8۔تول میں کمی نہ کرنا

9۔ہر سچی بات میں عدل کو ملحوظ رکھنا۔ 10۔عہد کی پاسداری کرنا۔

دوسرا درجہ اس تفسیر کا ہے جو امام الانبیاء ﷺ نے کی ہے، جیسے یہ آیت نازل ہوئی:﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾[1]،تو صحابہ کرام نے سوال کیا:اے اللہ کے رسول!کون ہے جو اپنے آپ پر ظلم نہیں کرتا؟حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم سے مراد یہاں شرک ہے۔اور دلیل حضرت لقمان کے قول سے دی،جو انہوں نے بیٹے کو کہا تھا:﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾[2]

اس کے بعد سب سے معتبر تفسیر صحابہ کرام کی ہے۔اس لیے کہ وہ بلاواسطہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ایمان وصداقت کی علامت قرار دیتے ہوئے فرمایا:«مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي»[3]ابن مسعود فرماتے ہیں:اصحاب محمد ﷺ کو لازم پکڑو،جو علم میں انتہائی گہرے،تکلف میں انتہائی کم،اخلاق کے بہت بلند،جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی صحبت کے لیے اور دین کے غلبے کے لیے منتخب کیا۔[4]

لہٰذا وہ قراءات جو مصاحف عثمان سے خارج ہیں،وہ درحقیقت صحابہ کرام کی تفسیرات قرآنیہ اور وضاحتیں ہیں۔اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

1۔﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾[5]حضرت عائشہ کی قراءت میں اس کی تفسیر صلوۃ العصر سے کی گئی ہے،جس میں صلوۃ وسطیٰ کے ابہام کی وضاحت کردی گئی۔

2۔﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾[6]کے ساتھ عبداللہ بن زبیر"في موسم الحج"

---

[1] سورۃ الانعام،6: 82۔

[2] سورۃ لقمان31: 13۔

[3] ابو عیسی،محمد بن عیسی،سنن الترمذی،(ریاض: دار السلام والنشر والتوزیع ریاض، السعودیہ، طبع الثالثہ،2000ء)،رقم: 2565۔

[4] ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی،حلیۃ الاولیاء،(بیروت: مطبعۃ السعادۃ،1394ھ)،1: 305۔

[5] سورۃ البقرہ،2 : 228۔

[6] سورہ البقرہ،2: 198۔

کا اضافہ کرتے تھے۔[1] اس سے وضاحت ہوگئی کہ سیاق ایامِ حج کے متعلق ہے۔

3۔﴿وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا﴾[2] سیدنا ابن عباس اس کی تفسیر کرتے ہیں: "وكان إمامهم ملك يأخذ كل سفينة صالحة غصبا."[3] جس سے حضرت خضر کے عمل کا پوراپس منظر واضح ہوگیا، کہ سامنے ایک جابر بادشاہ تھا۔ وہ لوگوں کے وسائل دولت پر قبضہ کرلیتا تھا۔ چنانچہ یہ کشتی جس پر دونوں حضرات سوار تھے، اچھی حالت میں ہونے کی وجہ سے بادشاہ کی نظر میں تھی۔ حضرت خضر نے کشتی والوں کے ساتھ یہی نیکی کی کہ اس کو عیب دار بنادیا تاکہ بادشاہ اس کے درپے نہ ہو۔

امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مفسرین کے اختلافات میں سب سے زیادہ قابل اعتماد عرب کے اس دور کے محاورات اور استعمالات ہیں، اور جن کی تفسیر صحابہ کرام اور تابعین نے کردی ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے جن کو اسناد صحیحہ کے ساتھ جمع کردیا۔''[4]

صحابہ کرام کی فقہی آراء

1۔﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾[5]

اس میں حضرت سعد نے (وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ "من أم) پڑھا ہے، جس سے وضاحت ہوئی کہ اخیافی بہن بھائی کا حصہ چھٹا ہے۔ جبکہ حقیقی بہن بھائی یا باپ شریک کا حکم اور ہے، اور وہ کل مال کا وارث ہوتا ہے۔[6]

2۔﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾[7] کو حضرت عبداللہ بن مسعود "فاقطعوا أيمانهما" پڑھا کرتے تھے۔ جبکہ ید مطلق ہے، اور اس کے اطلاق میں ابہام ہے۔ اس قراءات شاذہ سے اس کا تعین ہوگیا کہ

---

[1] ابن حجر، شہاب الدین عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، تحقیق: سید محد عبدالمعطی، (بیروت۔ لبنان: دار المعرفه لطباعه والنشر، س ن)، 19: 36۔

[2] سورة الکہف، 17: 79۔

[3] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان، 8: 3۔

[4] شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، (لاہور، مطبع علمی، س ن): 37۔

[5] سورة النساء، 4: 12۔

[6] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان، 5: 20۔

[7] سورة المائدة، 5: 38۔

دایاں ہاتھ کاٹا جائے۔[1]

3۔﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ﴾[2] کو حضرت عبداللہ بن مسعود "متتابعات" کی قید لگا کر پڑھتے تھے۔[3] جس سے ان کا فقہی مسلک واضح ہوا، کہ قسم کے کفارے میں تین روزے مسلسل رکھنے ضروری ہیں، انقطاع کی صورت میں اعادہ لازم ہو گا۔ فقہا میں سے اہل کوفہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔[4]

ان مثالوں سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن کی آیات کی تفسیر، قراءتِ شاذہ سے تمام مفسرین کی تفسیر اور اجتہادی آراء پر مقدم ہے۔ بشرطیکہ وہ صحیح السند ہو۔ اسی لیے ابو عبیدہ القاسم بن سلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ صحابہ کرام کی تفسیر کا درجہ سب سے اقویٰ ہے۔ اس لیے کہ ان کا درجہ استنباط بہت اونچا ہے۔[5]

یہی وجہ ہے کہ مفسرین، فقہا اور اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ قراءات شاذہ کی تلاوت گو جائز نہیں ہے، لیکن اس سے استنباط کئے جاسکتے ہیں۔ اور عملاً مفسرین کی تفاسیر جیسے قرطبی، روح المعانی، تفسیر ابن عطیہ وغیرہ، نحویین کی کتب جیسے الکتاب سیبویہ کی، معانی القرآن زجاج (311ھ)، فراء(207ھ) کی اور نحاس (338ھ) کی، فقہا کی کتب جیسے احکام القرآن جصاص[6]، الہراسی[7] اور ابن العربی[8] کی اس طرح کے استدلالات سے بھری پڑھی ہیں۔

---

1 قرطبی، محمدبن احمد، الجامع لاحکام القرآن، (قاہرہ: دارالکتب المصریہ،، 1384ھ)، 5: 78۔

2 سورۃ المائدہ، 5: 89۔

3 طبری، محمد بن جریر، جامع البیان، 4: 148۔

4 الزرقانی، عبدالعظیم، مناهل العرفان، (بیروت: نشر عیسی الحلبی، س ن)، 1، 425۔

5 سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، (الریاض، سعودی عرب: مکتبه المعارف، 1996ء)، 1: 82۔

6 الجصاص، احمد بن علی رازی، ابو بکر، فقہ حنفی کے مشہور متجر عالم، احکام القرآن کے مؤلف، بغداد میں 370ھ کو فوت ہوئے۔ [محمد عبد الحی اللکنوی الهندي أبو الحسنات، الفوائد البهية فی تراجم الحنفية، (بیروت: مطبعة السعادة، 1324ھ): 27۔28]

7 الکیا لہراسی، علی بن محمد بن علی الطبری، طبرستان میں پیدا ہوئے۔ فقہ شافعی کے بڑے امام ہیں۔ احکام القرآن ان کی مشہور تصنیف ہے۔ 504ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ [الاعلام، 4: 329]

8 ابن العربی قاضی، محمد بن عبد اللہ بن احمد اندلسی، فقہ مالکی کے امام، عارضۃ الاحوذی شرح الترمذی اور احکام القرآن کے مصنف، 543ھ میں فوت ہوئے۔ [وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، 4: 296]

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اسی لیے لفظ اللہ کے اشتیاق میں جن لوگوں نے اس کو لاہ سے مشتق مانا ہے ان کی دلیل یہ قراءت شاذہ ہے:"وَهُوَالَّذِيْ فِي السَّمَآءِ لَاه وَفِي الْأَرْضِ لَاه" اور اشتقاق کے قائلین کے ہاں اس سے مضبوط دلیل اور کوئی نہیں ہے۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ قراءات شاذہ جو دراصل صحابہ کرام سے منقول ہیں۔ اور صحابہ کرام لغت میں خالص اور تربیت میں مکمل ہونے کی وجہ سے حجت ہیں۔ لہذا ان کے استنباط سے استدلال کرنا مضبوط استدلال ہو گا۔

نماز میں قراءات شاذہ کی تلاوت کا حکم

نماز میں قراءات شاذہ کی تلاوت کے متعلق احناف کے ہاں تین آراء ملتی ہیں۔

پہلی رائے

اگر دوران قراءت کچھ کلمات قراءت شاذہ کے پڑھ دیئے گئے تو نماز صحیح ہے۔ اس لیے کہ حقیقتاً قرآن ہی ہے، البتہ سند کی وجہ سے شاذ کا حکم لگ گیا ہے۔

دوسری رائے

اگر عمداً قراءت شاذہ نماز میں پڑھیں، تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بقدر ما تجوز بہ الصلوۃ کے علاوہ میں قراءت شاذہ پڑھیں تو نماز صحیح ہو گی۔

تیسری رائے

قراءتِ شاذ کی بنیاد پر اگر معنی بدل گیا تو نماز فاسد ہے اور اگر معنی تبدیل نہ ہوا تو نماز صحیح ہے۔

اسی طرح قاری کے حوالے سے بھی دیکھا جائے گا کہ اس نے عمداً قراءات شاذہ مکمل یا کچھ حصہ پڑھی ہے یا غلطی سے۔[2]

---

[1] السیوطی، جلال الدین عبدالرحمن، کتاب الاقتراح فی النحو، (بیروت: ادب الحوزہ، س ن): 14۔ 15۔

[2] شامی، ابن عابدین، محمدامین، ردالمحتار حاشیہ علی الدر المختار شرح تنویر الابصار المعروف حاشیہ ابن عابدین، (بیروت: در الفکر، 1412ھ)، 1: 541۔

انہی اقوال کے ساتھ ملتے جلتے اقوال حنابلہ سے بھی مروی ہیں۔[1] جن سے معلوم ہوتا کہ قراءت شاذہ کو نماز میں تلاوت کرنے کے حوالے سے کچھ تخفیف موجود ہے۔ جبکہ شافعیہ اور مالکیہ کے ہاں اس سلسلے میں کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قراءت شاذہ سے مطلق نماز جائز نہیں،چاہے وہ قراءِ سبعہ سے ہی مروی ہوں۔"[2]

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قراءات شاذہ کے متواتر نہ ہونے،رسم عثانی سے خارج ہونے کی وجہ سے نماز میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔تلاوت کرنے والا نماز کا اعادہ کرے گا۔[3]

علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسے شخص پر تنقید کی ہے،جو نماز میں قراءاتِ شاذہ کی تلاوت کرتا ہے۔[4]

عبدالفتاح قاضی نے ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے نقل کرنے کے بعد اس کو ترجیح دی ہے کہ جمہور شافعیہ کے نزدیک قراءاتِ شاذہ سے نماز جائز نہیں ہے۔[5]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ قراءات شاذہ پڑھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے؟ فرمایا: قطعاً نہیں۔ جو شخص ابن مسعود کی قرءات شاذہ پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔[6]

ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن حاجب مالکی[7] سے بھی اسی طرح کی بات نقل کی ہے۔اور یہاں تک کہا ہے کہ

---

1 ابن قدامه،عبدالله بن احمد،ابومحمد المغنی فی فقه الامام احمد بن حنبل،(بیروت: دارالفکر، 1405ھ)،1: 492۔

2 يحي بن شرف الدين النووي أبو زكريا محي الدين،التبيان فی آداب حملة القرآن،(بیروت: دار المؤيد دار البيان،س ن)،35۔

3 الزرکشی،محمد بن بہادر،البحر المحیط فی اصول الفقه،(بیروت:دار الکتب العلمیه،طبع اول 2000ء)، 1: 474۔

4 ابن الجزری،النشر: 1ـ 15

5 عبد الفتاح القاضي،القراءات الشاذة و توجیهها من لغة العرب،(بیروت: دارالفکر،س ن): 8۔

6 مالک،ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی،المدونة الکبریٰ بروایة سحنون بن سعید،(بیروت: دار الفکر للطباعه و النشر والتوزیع،1980ء)،1: 84

7 عثمان بن عمر بن ابي بكر بن الحاجب کر دی،فقیہ مالکی،اصولی،نحوی،مقری،امام شاطبی ابو القاسم بن فیرہ کے مایہ ناز شاگرد،متن کافیہ کے مؤلف،646ھ میں فوت ہوئے ابن الجزری(833ھ)۔ غاية النهاية،1: 508۔509

اگر قراءت شاذہ پڑھنے پر اصرار کرنے والاہٹ دھرم ہے، تو اس کو گرفتار کر دیا جائے۔[1]

ابن عطیہ مالکی[2] فرماتے ہیں کہ قراءت شاذہ چونکہ خلاف اجماع ہیں، اس لیے ان کی تلاوت کرنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔[3]

در اصل ان مختلف آراء کی اساس ایک اور اختلاف رائے ہے اور وہ یہ قراءات شاذہ کا مفہوم کیا ہے ؟ کیا یہ قراءات شاذہ الفاظ قرآنی ہیں جو آسمان سے نازل ہوئے تھے اور صرف سند میں ضعف کی وجہ سے شاذ قرار پائے، یا یہ تفسیری اقوال ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے بیان کردہ ہیں۔ جن ائمہ کے ہاں یہ الفاظ قرآنی نازل شدہ ہیں ان کے نزدیک سند کے ضعف کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا۔ چونکہ یہ حضور ﷺ کی تلاوت کردہ آیات ہیں، اس لیے وہ قرآن ہے اور نماز میں پڑھنے کا حکم ہے۔ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہی رائے ابن دقیق العید[4] کی ہے۔[5]

اور جن ائمہ کرام کے ہاں یہ قرآن نہیں ہیں، بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے تفسیری اقوال ہیں ان کے مطابق چونکہ ان پر قرآن کا اطلاق نہیں ہوتا، اس لیے ان کے پڑھنے سے نماز درست بھی نہ ہوگی۔

ان دو آراء کے درمیان ابن نجیم (970ھ) نے یہ تطبیق پیش کی ہے کہ اگر قراءاتِ شاذہ کو ذکر و اذکار سمجھ کر پڑھا جائے تب نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن اگر بطور حکایت یا قصہ کے پڑھا جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔[6]

المختصر! تمام ائمہ کے ہاں یہ متفق علیہ ہے کہ غیر قرآن سے نماز درست نہیں ہوتی۔ جہاں تک قراءات شاذہ کے عام تعلیم و تعلم کا سوال ہے، تو اس میں امت کا اتفاق ہے کہ تفسیری، فقہی اور نحوی فوائد کے پیش نظر ایک

---

1. شمس الدين أبو الخير ابن الجزري، منجد المقرئين: 100۔
2. عبدالحق بن غالب بن عبدالرحم بن عطیۃ اندلسی، مشہور مفسر، غرناطی، فقہ مالکی کے بڑے امام، مشہور قول کے مطابق 846ھ میں فوت ہوئے۔ [الديباج المذہب فی معرفة اعيان علماء المذہب، 2: 58۔
3. ابن عطيه، عبدالحق بن غالب، المحرر الوجيز فی تفسير الكتاب العزيز (بيروت: دار الكتب العلميه، 1422ھ)، 1: 9۔
4. ابن دقیق العید، محمد بن علی بن وہب بن مطیع، مصری، تقی الدین، متوفی 702ھ نحوی، شاعر، مفسر اور فقیہ ہیں۔ وفات قاہرہ میں ہوئی۔ [معجم المؤلفين تراجم مصنفی الكتب العربية، 11: 70۔
5. شمس الدين أبو الخير ابن الجزري، منجد المقرئين: 107۔
6. ابن نجيم، زين الدين، البحرالرائق شرح كنزالدقائق، (بيروت: دارالمعرفة، س ن)، 1: 325۔

مفید ترین علم ہے، جس کا پڑھنا انتہائی مفید ہے اور اسکا پڑھانا بھی علوم آلیہ کے زمرے میں آتا ہے۔

قراءاتِ شاذہ کے فوائد

قراءاتِ شاذہ دراصل نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی تفسیرات ہیں۔اور بلاشک نبی اکرم ﷺ قرآن حکیم کے پہلے مفسر ہیں،اور صحابہ آپ ﷺ کے بعد پوری امت کے سب سے بڑے مفسرین ہیں۔لہٰذا تفسیری، فقہی اور لغوی استنباط میں قراءت شاذہ باجماع علماء امت حجت ہیں۔اس سطور میں قراءت شاذہ کی اہمیت اور فوائد کا جائزہ لیا جائے گا۔

قرآن حکیم کے بیان کردہ اصول و نظریات پر ایک حکمت عملی بنانا اور بتدریج اس کو کل انسانیت کے لیے راہنما کتاب منوانا، حضور ﷺ کے بعثت کی ذمہ داریوں میں تھا،اس کی طرف یہ آیت اشارہ کررہی ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾[1]

چنانچہ علم تفسیر کے ذریعے بنیادی اصول و نظریات کو ہر دور کی تعبیرات میں واضح کیا گیا، جبکہ علم فقہ کے ذریعے اس کی حکمت عملی کی جزئیات ہر دور کے عرف کے مطابق متعین کی گئیں، اور قرآن حکیم کے اصل متن کی حفاظت کے لیے علم اللغۃ کے اصول وضع کئے گئے، اور قراءت شاذہ کے ذریعے اجمال اور ابہام کی وضاحت کی گئی۔

الف: تفسیری فوائد

1۔ کبھی کلمہ کے اندر ابہام ہوتا ہے، اور ظاہر مراد نہیں ہوتا، تو قراءت شاذہ مرادی معنی واضح کر دیتی ہے۔ جیسے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا﴾[2] سعی ظاہرہ میں دوڑنے کے معنی میں مستعمل ہے، جبکہ حدیث میں نماز کے لیے دوڑنے کی ممانعت آئی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس پر باب بھی قائم کیا ہے: "باب لایسعی إلى الصلوة والیأت بالسكينة والوقار"[3] اس ابہام کو قراءت شاذہ کے ذریعے

---

[1] سورۃ التوبه،9: 33۔

[2] سورۃ الجمعه،62: 9۔

[3] صحیح بخاری،کتاب الاذان،رقم: 606۔

دور کیا گیا ہے۔ جس میں ہے فامضو إلى ذكر الله.[1]

2۔ کبھی قرآن حکیم میں عرب کے کسی ایک قبیلہ کی لغت کے کلمات استعمال کئے گئے ہیں، جو دوسرے قبائل کے لیے غیر مانوس ہیں۔ جس کو مفسرین کی اصطلاح میں غریب کلمات کہا جاتا ہے۔ (مفسرین نے اس کو جوہ خفاء میں بیان کیا ہے اور اس کے حل بھی بتائیے۔[2] چنانچہ ان قبائل کے لیے وہ کلمات وضاحت طلب ہوتے ہیں۔ لہٰذا قراءت شاذہ اس کا معنی بیان کر دیتی ہے۔ جیسے ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾[3] کی تفسیر حضرت عبداللہ مسعود نے "کالصوف المنفوش" سے کی جس سے "عهن" کا مفہوم واضح ہو گیا۔[4]

3۔ کبھی قراءت متواترہ معروفہ کے غلط تفسیر امکان کے پیش نظر، مخالفین اسلام من گھڑت واقعات کی آڑ میں خلاف حقیقت باتیں کر کے قرآن کی عظمت کو چیلنج کرتے ہیں۔ جیسے آیت:

﴿وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ﴾[5]

ملک بمعنی فرشتہ، ظاہری طور پر مستعمل ہے۔ لہٰذا ہاروت و ماروت کو فرشتہ ثابت کرنے کے لیے اور ان کی طرف غیر اخلاقی حرکات منسوب کرنے کے لیے اسرائیلی (جن مفسرین کے پیش نظر صرف مواد جمع کرنا تھا یا، ان کے قدم بقدم جو مفسرین چلے ہیں ان کے ہاں اہل کتاب سے منقول حکایات کا ایک حصہ موجود ہے۔ جیسے ابن جریر طبری، قرطبی وغیرہ، تو ایسی روایات کو اسرائیلی روایات کہا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں ہمیں چھان بین کا حکم دیا گیا ہے۔[6] روایات کا سہارا لیا گیا ہے جبکہ یہ قرآنی آیات کے صریحا خلاف ہے۔

---

1 آلوسی، ابو الفضل، شہاب الدین، روح المعانی، 15: 15۔

2 شاہ والی الله، الفوز الکبیر: 146، 36۔

3 سورۃ القارعہ، 107: 5۔

4 زرقانی، عبدالعظیم، مناہل العرفان، 1: 141۔

5 سورۃ البقرہ، 2: 102۔

6 شاہ ولی الله، الفوز الکبیر: 72۔

فرشتوں کے بارے میں قرآن کی آیت ہے: ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ﴾ [1] ﴿ وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾[2]﴿لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ﴾ [3]

جبکہ قراءت شاذہ "علی الملکین" کسرہ لام کے ساتھ ہے۔ اور یہ قراءت ابن عباس کی ہے۔ جس سے وضاحت ہو گئی کہ ہاروت وماروت کو نیک سیرت ہونے کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جیسے اعزاز واکرام کی وجہ سے بادشاہ کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے، در حقیقت ہاروت وماروت انسان ہی تھے، جنھوں نے سچ اور جھوٹ کا فرق لوگوں کو بتایا۔[4] اور یہی رائے متاخرین میں سے محققین کی ہے۔[5]

ب: فقہی فوائد

قراءاتِ شاذہ سے متعدد احکام کی وضاحت معلوم ہو جاتی ہے۔ جس کی چند ایک مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ قراءاتِ شاذہ کبھی تمام فقہاءامت کے اجماع کی اساس بن جاتی ہے۔ جیسے ﴿وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ.....الخ﴾ میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے "مِنْ أمّ" کے اضافہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ جس کی بناء پر تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ بھائی اور بہن اگر صرف ماں شریک ہوں، باپ کی طرف سے حقیقی نہ ہوں، تو میت کے ترکے میں سے ان کو چھٹا حصہ ملے گا۔ لیکن باپ کی طرف سے حقیقی ہوں یا ماں، باپ دونوں طرف سے حقیقی ہوں تو وہ کل مال کے وارث ہوں گے۔ جس کی تفصیل اسی سورۃ نساء کے آخر میں ذکر کی گئی ہے۔[6] اس لحاظ سے قراءات شاذہ اجماع کی اساس بن گئی۔

2۔ کبھی قراءاتِ شاذہ کسی فقہی مسئلہ میں استنباط اور استدلال کے لیے ایک مضبوط حجت ہوتی ہیں۔ جیسے کفارہ قسم میں ایک صورت روزے رکھنے کا حکم بھی ہے، جبکہ روزے کا حکم کفارہ قتل اور کفارہ ظہار میں بھی ہے۔

---

1 سورۃ الانبیاء،21: 26۔

2 سورۃ الانبیاء،21: 28۔

3 سورۃ التحریم،66: 6۔

4 الرازی،محمد بن عمر فخر الدین،التفسیر الکبیر،(بیروت:دار الفکر،1405ھ،2:198۔

5 سندھی،عبیداللہ،مولانا،المقام المحمود تحقیق و تصحیح،مفتی عبدالقدیر،(لاہور: مکی دارالکتب، 2004ء)،1: 292۔

6 طبری،الجامع الاحکام القرآن،5: 78۔

فرق یہ ہے کہ کفارہ قتل اور ظہار دونوں میں مسلسل روزے رکھنے کا حکم ہے۔متتابعین کی تصریح ہے۔ جبکہ قسم کے کفارے میں تین روزے کا حکم تو ہے لیکن تسلسل کی بظاہر قید نہیں ہے۔ قراءات شاذہ نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ کفارہ یمین میں بھی تسلسل ضروری ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود کی قراءات ہے۔

3۔ قراءتِ شاذہ کبھی عقیدے کی جزئیات مختلف ہونے کی صورت میں ایک رائے کی تقویت کا باعث بنتی ہے۔ جیسے رؤیت باری تعالیٰ آخرت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگی یا نہیں؟ معتزلہ اس کے قائل نہیں، جبکہ اہل سنت کے ہاں رؤیت ثابت ہے۔اہل سنت کا مؤقف قراءت شاذہ سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ جس میں پڑھا گیا ہے: ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَّمُلْكًا كَبِيرًا﴾[1] جبکہ قراءت متواترہ میں "ملکا" بمعنی بادشاہت ہے۔ گویا رؤیت باری تعالیٰ قرآن حکیم سے ثابت ہے۔[2]

4۔ قراءاتِ شاذہ سے کسی حکم کے منسوخ یا محکم ہونے کا علم ہو جاتا ہے۔(جب کوئی حکم نازل ہوا پھر حالات کے بدلنے کی وجہ سے اس حکم میں کوئی تغیر کر دیا جائے، یا پہلے حکم کی تخصیص کر دی جائے، تو اس پہلے حکم کو منسوخ اور دوسرے کو ناسخ کہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں محکم ہے۔یعنی کسی حکم کا اپنی جگہ پر ہی رہنا۔[3] جیسے قرآن حکیم میں روزہ کے متعلق آیا ہے: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾[4] ظاہر آیت سے مترشح ہوتا ہے، کہ جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہوں، تو وہ فدیہ دے کر روزہ ترک کر سکتے ہیں، اس بناء پر ایک رائے یہ ہے کہ یہ اختیار آغاز اسلام میں تھا۔ پھر یہ اس آیت کے ایک دوسرے حصہ ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ کے ساتھ منسوخ ہو گیا۔ اب روزہ ہی رکھنا ہوگا۔ دلیل حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت ہے جس میں ہے کہ جب ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ﴾ کی آیت نازل ہوئی تو جس نے چاہا روزہ رکھا اور جس نے چاہا فدیہ دیا۔ لیکن جب ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ نازل ہوئی تو یہ اجازت منسوخ ہو گئی۔[5]

---

[1] سورۃ الدھر، 77: 20۔

[2] زرقانی، عبدالعظیم، مناھل العرفان، 1: 140۔

[3] مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، (بیروت: مکتبۃ وھبۃ، 2000ء): 260۔261۔

[4] سورۃ البقرہ، 2: 184۔

[5] صحیح بخاری، کتا ب التفسیر، 2: 647۔

دوسری رائے یہ ہے کہ یہ منسوخ نہیں، بلکہ اس حکم میں تخصیص کر دی گئی ہے۔ اب فدیہ کا اختیار ہر ایک کو نہیں ہے۔ البتہ جو معذور ہو وہ فدیہ دے کر روزہ ترک کر سکتا ہے۔ یہ رائے حضرت ابن عباس کی ہے۔[1]

تیسری رائے یہ ہے کہ کلمہ اپنی جگہ موجود ہے اور آیت کے دونوں اجزاء قابل عمل ہیں۔ لہٰذا اس آیت میں نسخ نہیں ہے۔ وہ اس طرح کہ "طوق یطوق باب تفعیل ہے اور اس کا ایک خاصہ سلب ماخذ ہے، تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ وہ لوگ جن سے روزہ کی طاقت سلب کر لی گئی ہے وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ کے طور پر دے دیں۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ترجیح دی ہے۔[2] امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی عدم نسخ ہی راجح ہے۔[3] اس عدم نسخ کی تائید قراءت شاذہ سے ہوتی ہے، جس میں ہے: ﴿وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطَيَّقُوْنَهٗ﴾ یعنی جو بہت زیادہ تکلیف اور ضرر سے روزہ رکھیں، وہ فدیہ ادا کر دیں۔ جیسے شیخ فانی یا لاعلاج مرض کا مریض، تو قراءت شاذہ سے آیت کا عدم نسخ ثابت ہو گیا۔

ج: قراءاتِ شاذہ کے نحوی فوائد

مفسر قرآن کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ فہم قرآن کے سلسلے میں جو بھی وجہ خفاء ہو، اسے واضح کرے تا کہ مفہوم قرآنی واضح ہو جائے۔ بعض وجوہ خفاء کا تعلق لغت کے مختلف پہلوؤں سے ہوتا ہے، جیسے حذف، ضمائر کے مراجع کے احتمالات، کلمہ کا منصرف یا غیر منصرف ہونا، کسی لفظ کا مختلف معانی میں مشترک ہونا۔ چنانچہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کئی وجوہ خفاء سے پردہ اٹھایا ہے، جو کہ قراءت شاذہ کے نام سے ہمارے ذخیرہ تفسیر میں موجود ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہو۔

1۔ حذف صفت کی مثال

صفت وتابع ہوتا ہے جو اپنے متبوع کے متعلق کے معنی کو مکمل واضح کرتا ہے۔[4]

---

1 بيضاوي، عبد الله بن عمر، انوار التنزيل واسرار التاويل، (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1998ء)، 2: 288۔

2 انوار التنزيل واسرار التاويل، 2: 289۔

3 شاه ولى الله، الفوز الكبير: 39۔

4 جمال الدين عبد الله بن يوسف بن أحمد، أوضح السالك إلى الفية بن مالك، (بيروت: دار الفكر للطبع والتوزيع، س ن): 301۔

﴿اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا﴾ حضرت عثمان بن عفان نے اس کو "يَأْخُذُ كُل سَفِيْنَةٍ صَالحة غضبا" پڑھا ہے۔[1] جس سے معلوم ہوا کہ ظالم بادشاہ ہر کشتی کے درپے نہیں ہوتا تھا۔ اس سے حضرت خضر کے کشتی توڑنے کی حکمت واضح ہوگئی کہ مساکین کے ساتھ خیر خواہی مقصود تھی۔

2۔ حذف موصوف

جب سیاق کلام سے معنی فاسد نہ ہو رہا ہو تو موصوف کا حذف کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾[2] حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے "عشر" کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ "عشر" (تنوین کے ساتھ) صفت ہے، اور اس کا موصوف محذوف ہے۔ یعنی ﴿فَلَهٗ حَسَنَاتٌ عَشْرٌ اَمْثَالِهَا﴾[3]

3۔ کبھی جملے میں کسی ضمیر کی وجہ سے مفہوم واضح نہیں ہوتا، تو ظاہر کلام سے غیر مرادی مفہوم لیا جاتا ہے۔ قراءات شاذہ میں اس ضمیر کی جگہ دوسری استعمال ہوتی ہے۔ جس سے مفہوم قرآنی صاف اور بے غبار ہو جاتا ہے۔ جیسے:

﴿وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾[4]

عام مفسرین نے "اوتیتم" کی ضمیر سے یہ استدلال کیا ہے کہ روح بھی متشابہات (متشابہات وہ آیات ہوتی ہیں جن کی دلالت معنی پر واضح نہ ہو بلکہ اس میں دوسرے احتمالات بھی موجود ہوں۔[5] میں سے ہے، اور اس کا علم کسی

---

1 الأندلسي،عبد الحق بن غالب بن عطية أبو محمد،المحرر الوجيز(بيروت: دار الكتب العلميه، 1422ھ)، 3: 535۔

2 سورة الانعام،6: 160

3 المحرر الوجيز،2: 368۔

4 سورة الاسراء،17: 85۔

5 زرقانی،عبدالعظیم،مناهل العرفان،2: 168۔

کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس کی حقیقت کو سمجھے بغیر ایمان لانا ضروری ہے۔[1]

قراءتِ شاذہ، قراءت اعمش میں "أُوْتُوا" ضمیر غائب کے ساتھ ہے۔[2]

اور اس کا مرجع یہود ہیں، اس کی وضاحت ہوئی کہ روح کے بارے میں لاعلمی یہود کی طرف سے منسوب ہے۔ جہاں تک امت محمدیہ کا تعلق ہے، تو علم کی نفی ان سے نہیں کی گئی، وہ روح کی حقیقت سمجھ سکتے ہیں۔[3] گویا قراءت شاذہ نے ہمیں درست راہنمائی دی، جس کی وجہ سے بہت سے شکوک وشبہات زائل ہو گئے۔

[1] قاضی محمد ثناءالله، تفسیر مظہری، (بیروت، لبنان: دار احیاءالتراث العربی، 2004ء)، 1: 485۔

[2] صحیح بخاری، کتاب العلم باب قوله تعالىٰ ﴿وما أوتيتم من العلم الا قليلا ﴾: 122۔

[3] شاہ ولی الله، حجة الله البالغه: 18۔